مقالات ومضامین

جامعہ خیر المدارس کی دینی وملی خدمات

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

الحمدللہ وطن عزیز میں اس وقت قرآن وحدیث کی تعلیم کے بے شمار مراکز قائم ہیں جن میں کتاب وسنت کے ماہر اصحاب علم وفضل اور علوم شرعیہ اسلامیہ میں کامل دسترس رکھنے والے سینکڑوں فضلاء ہر سال فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ ان مدارس کا مقصدِ اولین تحفظِ دین ہے اور یہ دین کے تحفظ کی ایک تحریک ہے جو تقریباً ڈیڑھ صدی سے جاری ہے، جب متحدہ ہندوستان میں تعلیمی کمیٹی کے صدر لارڈ میکالے نے مارچ ۱۸۳۵ء کو اپنے خطبہ صدارت میں یہ کہا: ''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق ورائے اور الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو''۔

تو چند روشن ضمیر اصحاب بصیرت نے ان الفاظ میں پنہاں اسلام دشمنی اور استیصال دین کے ناپاک عزم کو محسوس کر لیا کہ انگریز سلطنت چھیننے کے بعد اب سب سے بڑا کاری حملہ اسلامی نظامِ تعلیم پر کرنا چاہتا ہے تاکہ قرآن وسنت اور علوم اسلامیہ پر مشتمل نصاب تعلیم سے جو اخلاق فاضلہ، اولوالعزمی، بلند کرداری اور اخلاقی تعمیر ہوتی ہے اور اس سے حسن سیرت، ذہانت وعمل، ایثار وخدمت، دینی اخوت، مذہبی لگاؤ، جذبہ واستقامت، حبِ دین اور علمی ترقی کے جو چشمے پھوٹتے ہیں انہیں خشک کیا جائے وگرنہ ایک وقت میں یہی چشمے سیلاب کی شکل اختیار کر کے سلطنت برطانیہ کو غرق کر دیں گے۔ اس کے بعد جو نصاب تعلیم سامنے آیا اس میں بلی اور کتے کی کہانیاں اور تصویریں تو تھیں لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی، سلطان التمش، سلطان فیروز تغلق، سلطان سکندر لودھی، سلطان اورنگزیب عالمگیر اور سلطان ٹیپو شہید جیسے قابل فخر فرزندانِ اسلام کے تصور اور خاکے معصوم ذہنوں سے مٹا دیئے گئے۔

انگریز نے صرف نظام تعلیم ہی نہیں بدلا بلکہ مسلمانوں پر ملازمت کے دروازے بند کر کے عیسائیت قبول کرنے والوں پر سرکاری ملازمت کے دروازے کھول دیئے۔ عیسائی پادریوں کو ان کے مذہب کی اشاعت وتبلیغ کے لیے ہمہ قسم کی مراعات دیں۔ ملک کے معززین اور سرکاری ملازمین کو عیسائیت کی دعوت دینے کے لیے باقاعدہ سرکلر جاری کیے گئے اور اس تبلیغ کو زیادہ مؤثر اور کامیاب بنانے کے لیے ایک قانون بنایا گیا کہ عیسائیت اختیار کرنے والا وراثت سے محروم نہ ہوگا جب کہ شرعاً مرتد اس کا حق دار نہیں، غلبۂ کفر کے لیے ان مذموم مساعی کا اگر کوئی خاطر خواہ اور مؤثر مقابلہ نہ کیا جاتا تو عیسائیت کے اس بڑھتے سیلاب میں ہر مسلمان کا ایمان بہہ جاتا۔ اس نازک موقع پر علمائے ربانی عامۃ المسلمین کے

ایمان کو بچانے کے لیے میدان عمل میں آئے اور انھوں نے دار و رسن کی پرواہ کیے بغیر تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھایا، ملک تو ہاتھ سے نکل چکا تھا دین بھی جا رہا تھا اگر یہ حضرات حق کی حمایت، ملت اسلامیہ کی سر بلندی اور شریعت مطہرہ کے تحفظ کے لیے سر بکف میدان میں نہ آتے۔ انھوں نے اپنی جان و مال، عزت و آبرو اور وجاہت و راحت کی پروا نہ کرتے ہوئے پادریوں سے مناظرے کیے اور انہیں شکست فاش دے کر مسلمانوں کو بے دین ہونے سے بچایا۔ اس سلسلے میں فاتح عیسائیت حضرت مولانا علامہ رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ اور حضرت علامہ آل حسن رحمہ اللہ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے پادریوں کے ساتھ مناظرے معروف ومحفوظ ہیں۔ جس مسلمان کے دل میں متاع ایمان کی کچھ قدر و قیمت ہے وہ علماء کرام کے اس احسان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ تاہم مدافعت دین کا یہ انتظام عارضی تھا اس کو مستقل شکل دینے کے لیے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنے معاصر علماء اور اصحاب بصیرت کے مشورہ سے ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں چھتہ کی تاریخی مسجد کے کھلے صحن میں ''دارالعلوم دیوبند'' کی بنیاد رکھی اور یوں توکلا علی اللہ تعلیم وتبلیغ دین کا نبوی نظام پھر سے قائم کر دیا۔ یہ درس گاہ اگرچہ ظاہری اسباب و وسائل سے محروم تھی لیکن اس کی بنیاد کچھ ایسے خلوص وللّٰہیت پر قائم تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے زمین کے فرش اور آسمان کی چھت والا یہ مدرسہ آسمان شہرت کی بلندیوں کو چھونے لگا اور اس سے فارغ التحصیل ہونے والے حضرات مہر و ماہ کی طرح چمکنے لگے۔ انہی میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تھے۔ جامعہ خیر المدارس بھی دارالعلوم دیوبند کی نظر فیض کا ثمر ہے جس کا سنگ بنیاد دارالعلوم کے مایہ ناز فرزند حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایماء اور مشورہ پر رکھا گیا اور اسے انہی کا تجویز فرمودہ نام دیا گیا۔

اہم اغراض ومقاصد: (۱) مسلمانوں میں علوم دینیہ یعنی قرآن وحدیث، عقائد اہل سنت والجماعت، فقہ حنفی اور متعلقہ علوم کی ترویج اشاعت کرنا (۲) قرآن، حدیث، عقائد، فقہ کی ایسی مکمل اور محققانہ تعلیم کا انتظام جس میں ضروریات دین اور عصری تقاضوں کا خاطر خواہ لحاظ ہو اور جس سے تحقیقی بصیرت رکھنے والے شریعت کے ماہرین پیدا ہوسکیں۔ (۳) علوم دینیہ کی عمومی تکمیل کے ساتھ ساتھ خصوصی شعبوں میں ایسے متخصصین تیار کرنا جو علوم دین کے اہم شعبوں میں مہارت تامہ حاصل کر کے کسی خاص گوشہ میں امتیازی خدمات مثلاً قضاء، افتاء، تبلیغ ومناظرہ، تحریر وتقریر اور تصنیف کا کام انجام دینے کے اہل بن سکیں۔

شعبہ ہائے خیر المدارس: شعبہ درس نظامی، شعبہ حفظ وتجوید اور قرأت، شعبہ دارالافتاء، کتب خانہ، شعبہ تعلیم النساء، درجہ حفظ قرآن پاک، اردو، دینیات، ناظرہ، درجہ عربی، فارسی، نشر واشاعت، شعبۂ تصنیف وتالیف۔

دینی خدمات عالمی سطح پر: جامعہ خیر المدارس نے اپنے بانی کی جدوجہد، اخلاص، حسن تدبر اور حسن سلیقہ کی بدولت پاکستان ہی نہیں عالمی سطح پر بھی معروف مقام حاصل کیا ہے۔ اس وقت بیرونی ممالک، ایران، افغانستان، برما،

بنگلہ دیش، سری لنکا اور بھارت وغیرہ سے تشنگانِ علوم اپنی پیاس بجھانے کے لیے یہاں آتے ہیں اور پھر اپنے ممالک اور دیگر اسلامی ممالک کو اس چشمۂ صافی کے علوم وفنون سے سیراب کرتے ہیں۔اس وقت بھی برما، ہندوستان، بنگلہ دیش اور برطانیہ کے علاوہ حرمین شریفین میں جامعہ کے فضلاء اور قراء خدمت دین انجام دے رہے ہیں۔

سیاسی خدمات: بانیٔ جامعہ حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ اگرچہ جامعہ میں کسی قسم کی سیاسی تحریکات کو پسند نہ فرماتے تھے لیکن حدود کی رعایت کے ساتھ ساتھ اس کام کو بھی دین کی خدمت تصور فرماتے تھے اور اگر کوئی شخص دونوں کی رعایت کرسکتا ہو تو اس کے لیے سیاست کو شجرہ ممنوعہ گردانتے تھے۔خود آپ رحمہ اللہ نے بھی ضرورت کے وقت عملی سیاست میں حصہ لے کر گراں قدر خدمات انجام دیں۔حضرت والا رحمہ اللہ کی سیاسی خدمات کے بارے میں منشی عبدالرحمٰن خاں رقم طراز ہیں۔۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۶ء تک کا زمانہ مسلمانوں کے سخت ذہنی خلفشار کا دور تھا۔مسلمانوں کی نہ تو کوئی منظم سیاسی جماعت تھی جسے مسلمانوں کی غالب اکثریت کا پورا اعتماد حاصل ہو اور نہ کوئی واضح اور معین سیاسی نصب العین سامنے تھا۔دوسری طرف گاندھی جی سوراج وغیرہ جیسے مبہم الفاظ میں مطالبات مرتب کرکے مکمل آزادی کے مطالبہ کی تجویز کو ناکام کرادینا چاہتے تھے۔ہندوؤں کا مقصد انگریزوں کو مستقبل قریب سے نکالنا نہیں تھا بلکہ ان کو سنگینوں کے سائے میں مسلمانوں کو بے اثر اور مضمحل کرکے ان کے قومی وجود کو فنا کرنا تھا۔اسی اثنا میں محمد علی جناح نے واپس ہندوستان آکر مسلم لیگ کی تنظیم نو کا آغاز کردیا تھا۔اس زمانہ میں جب کہ جمعیت علماء ہند مسلم لیگ کی ہمنوا نہ تھی، حضرت علامہ شبیر احمد عثانی رحمہ اللہ اور مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اس رائے سے اختلاف کیا اس طرح علماء دیوبند میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے معتقدین ومتوسلین جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے تھے کانگریس کی پالیسی کے علی الاعلان مخالف اور مسلم لیگ کے مؤید ہوگئے۔۱۹۲۰ء میں جب مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی ایک علاحدہ حکومت کا تصور ایک باضابطہ قرارداد کی شکل میں سامنے آیا تو مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ان کی ساری آرزوئیں اور تمنائیں اس قرردادمیں سمٹ کر آ گئی ہیں۔چنانچہ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو کلکتہ میں جمعیت علمائے اسلام قائم ہوئی۔۲۶، ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں علماء کانفرنس منعقد ہوئی جس میں برصغیر کے مختلف صوبوں سے پانچ سو سے زائد علماء اور مشائخ نے شرکت کی۔حضرت مولانا محمد خیر جالندھری نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں بھی اہم خدمات سرانجام دیں۔دنیا میں ہزاروں ایسی شخصیات پیدا ہوئیں جنھوں نے دین کی روشنی پھیلا کر انسانیت کو چار چاند لگائے اور آنے والی نسلوں کے لیے ایسے زریں نقوش چھوڑ گئے جن کی روشنی میں جادۂ مستقیم نظر آتا ہے جو خیر کا مبلغ ہوتے ہیں جن کی زندگیاں اصلاح اخلاق اور وقف انسانیت ہوتی ہیں اور جو اپنی سیرت کی روشنی میں طالبان حق کو درس عمل دیتے ہیں۔مولانا خیر محمد رحمہ اللہ کا شمار بھی ایسے نفوس قدسیہ میں ہوتا تھا جن کی تعلیمات کو آج بھی جامعہ خیر المدارس پھیلا رہا ہے اور جوان کا ایک صدقہ جاریہ ہے۔اللہ تعالیٰ اس ادارے کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔☆☆☆